ائمۂ مجتہدین واقوالِ علما کی روشنی میں

غیر انبیا کے ساتھ

سلام کا استعمال اور اس کا حکم

مؤلف

مفتی محمد فرقان برکاتی احسنی

متخصص فی الفقہ مرکز تربیت افتا اوجھا گنج

تصحیح و تقدیم

صاحبزادہ و جانشین فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی **ازہار احمد** امجدی مصباحی ازہری صاحب قبلہ

فاضل جامعہ ازہر شریف مصر شعبہ حدیث ایم اے

صدر المدرسین مرکز تربیت افتا و بانی ٹرسٹ فلاح ملت اوجھا گنج بستی یوپی

المکتبۃ الازہریۃ بستی یوپی

ائمہ مجتہدین و اقوال علما کی روشنی میں

غیر انبیا کے ساتھ

سلام کا استعمال اور اس کا حکم

مؤلف

مفتی محمد فرقان برکاتی احسنی

تخصص فی الفقہ مرکز تربیت افتا، اوجھاگنج، بستی، یوپی، انڈیا

تصحیح و تقدیم

صاحبزادہ و جانشین فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی **ازہار احمد امجدی** مصباحی ازہری صاحب قبلہ

فاضل جامعہ ازہر شریف، مصر، شعبہ حدیث، ایم اے

صدر المدرسین مرکز تربیت افتا و بانی ٹرسٹ فلاح ملت، اوجھاگنج، بستی، یوپی

المكتبة الأزهرية، بستی

نام کتاب : غیر انبیا کے ساتھ سلام کا استعمال اور اس کا حکم

نام مصنف: مفتی محمد فرقان برکاتی احسنی

تصحیح و تقدیم: جانشین فقیہ ملت مفتی ازہار احمد امجدی مصباحی ازہری صاحب قبلہ

کمپوزنگ : المکتبۃ الأزھریۃ، بستی۔

اشاعت : ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۰۲۳ء

صفحات : ۴۸

قیمت :

ناشر

المكتبة الأزهرية،بستی

AL-MAKTABA AL-AZHARIYA

Ramparsad Gali, Turkahiya Road, Gandhi Nagar, Basti, Pin: 272001

6307903860, 9936691051, E-mail:amalazhariyah@gmail.com

ملنے کے پتے

☆ ناز بکڈپو، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، ممبئی ☆نیوسلور بک ایجنسی، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، ممبئی ☆المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی۔

فہرست

تہدیہ

جان کائنات، فخر رسل، خاتم الانبیا، سید المرسلین حضور احمد مجتبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

جملہ صحابہ کرام بالخصوص خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اہل بیت اطہار بالخصوص حضرات حسنین کریمین و جملہ شہدائے عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ائمہ مجتہدین و اصحاب مذاہبِ اربعہ بالخصوص حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ۔

سلطان البغداد، غوث الثقلین، حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔

امام سلسلہ برکاتیہ، سلطان العاشقین، صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی و جملہ اقطاب مارہرہ مطہرہ رحمہم اللہ۔

فقیہ بے بدل، مجدد اعظم، حضور اعلی حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی رضی اللہ عنہ۔

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ۔

مرشد اعظم ہند، احسن العلما حضور سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی قدس سرہ۔

استاذ الفقہا، فقیہ ملت، حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ۔

اور

محترم و مکرم والد بزرگوار مرحوم محمد الیاس خان برکاتی نور اللہ مرقدہ وبرد اللہ مضجعہ۔

گدائے خانوادۂ برکات
محمد فرقان برکاتی احسنی
مارہرہ مطہرہ ایٹہ

ہدیہ تشکر

تمام تعریفیں پروردگار عالم کے لئے ہیں، جس نے لفظ کن سے کونین کی تخلیق فرمائی، درود و سلام کی ڈالیاں پیش ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ رحمت میں جن کی حیات طیبہ پوری انسانیت کے لیے نمونہ عمل ہے، محبت کے ہار و پھول پیش ہیں صحابہ کرام، شہدائے عظام، بالخصوص حضرت امام عالی مقام سیدنا امام حسین اور آپ کے تمام جانثاران رضوان اللہ تعالیٰ علیھم کی بارگاہوں میں جنہوں نے اسلام جیسے مذہب مہذب کو قرنا بعد قرن، نسلا بعد نسل دار ورسن کے پھندوں کو چومتے ہوئے ہم تک پہنچایا۔

عقیدت کے ہار و پھول پیش کرتا ہوں سلف صالحین، ائمہ مجتہدین، اولیاء عظام اور علمائے بزرگان دین رحمھم اللہ کی بارگاہوں میں جنہوں نے شریعت اسلامیہ کی پاسداری کے لیے کافی مشقتیں برداشت کیں اور ان کو ہم تک پہنچانے کے لئے کوئی کسر نہ چھوڑی۔

انتہائی عقیدت و محبت کے نذرانے پیش ہے جملہ خانوادۂ برکات بالخصوص شہزادگان مرشد اعظم ہند، حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی بارگاہ محبت میں جنہوں نے مجھ فقیر برکاتی پر بے انتہا کرم فرمایا اور ہمیشہ اپنی محبتوں کا سایہ عطا فرمایا ہے،

بے حد ممنون و مشکور ہوں حضور نائب فقیہ ملت حضرت علامہ مولانا مفتی ابرار احمد امجدی مد ظلہ العالی کا جنہوں نے اپنے کلمات خیر سے نواز کر اس حقیر بندہ پر تقصیر کے روشن مستقبل کی دعا فرمائی۔

بڑے ہی ادب و احترام کے ساتھ سپاس نامہ پیش کرتا ہوں استاذی الکریم صاحب زادہ و جانشین حضور فقیہ ملت مولانا مفتی ازہار احمد امجدی مصباحی ازہری حفظہ اللہ ورعاہ کی بارگاہ میں جن کی ذات نے اپنے شب و روز کی بے انتہا مصروفیات میں سے بہت

اہم وقت نکالا اور اس رسالہ کی تصحیح فرما کر مجھ ناچیز کی حوصلہ افزائی کی، نیز کتاب کو اپنی عظیم تقدیم سے مزین کر کے اس کی اہمیت وافادیت میں مزید نکھار پیدا فرما دیا۔

اور زانوئے تلمذ طے کر رہا ہوں اپنے مشفق استاذ کریم حضرت علامہ مولانا عرفان احمد ازہری صاحب قبلہ کی خدمت میں جنہوں نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود زیر نظر کتاب پر ایک عمدہ اور وقیع تقریظ تحریر فرمائی، اور اپنی نیک دعاؤں سے نوازا۔

بے انتہا محبتوں کا خراج پیش کرتا ہوں اپنے استاذ مکرم حضرت علامہ مولانا اسلم نبیل ازہری صاحب قبلہ کی بارگاہ میں جنہوں نے اپنا گراں قدر وقت نکال کر اس کتاب پر نظر ثانی فرمائی۔

سر نیاز خم کر رہا ہوں اپنے والدین کریمین کے قدموں میں جنہوں نے تمام تر تکلیفیں جھیلیں، لیکن مجھے علم دین سے آشنا کرانے میں کوئی کمی نہ رکھی۔

شکر گزار ہوں اپنے تمام برادران بالخصوص برادر اوسط محمد دلشاد برکاتی صاحب کا جن کی آغوش محبت اور سایہ شفقت میں ہمارا تعلیمی سفر کامیابیوں سے ہمکنار ہو رہا ہے آپ نے اس عظیم مشن کی تکمیل میں ہر موڑ پر دست گیری کی، اپنے مشوروں اور محبتوں سے نواز کر ہمارے لڑکھڑاتے قدموں کو سہارا دیا۔

اس مبارک اور پر مسرت لمحہ میں اپنے تمام اساتذہ جامعہ احسن البرکات مارہرہ شریف کی بارگاہوں میں گلدستۂ تشکر پیش کئے بغیر کیسے رہ سکتا ہوں جنہوں نے ازاعدادیہ تا فضیلت اس ناچیز کو تراش کر اس منزل تک پہنچایا اور اس لائق بنادیا کہ کچھ ضبط تحریر لانے کی جسارت کر رہا ہوں۔

اخیر میں ان تمام مخلص رفیقان گرامی قدر بالخصوص مفتی محمد شان عظمت برکاتی اَحسنی، مفتی محمد عابد رضا برکاتی اَحسنی، مفتی محمد ذیشان مصباحی، مفتی محمد نور الہدیٰ مصباحی، مفتی محمد نیاز اللہ مصباحی، مفتی محمد گلزار احمد مصباحی اور دیگر تمام احباب واقربا کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے اس قلمی سفر کی خار دار وادی میں در پیش حوصلہ شکنی مواقع

کی پیوند کاری کی اور میری ذہنی پریشانی اور فکری اضطراب کو سکون بخشنے کا سامان مہیا کیا جس کے نتیجے میں یہ کاوش ثمر بار ہوئی۔

دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت ہمیں اور ہمارے تمام معاونین، مخلصین، اور محبین کو صحت و عافیت کے ساتھ لمبی عمر اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ دین متین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

گدائے خانوادۂ برکات
محمد فرقان برکاتی اَحسنی امجدی
تحقیق فی الفقہ مرکز تربیت افتاوجھاگنج بستی
مقام: سلونی، مارہرہ شریف، ایٹہ یوپی۔
۲۳؍ جمادی الآخرۃ ۱۴۴۴ھ

کلمات تحسین

صاحبزادہ، نائب فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مہتمم اعلیٰ وصدر شعبہ افتا، مرکز تربیت افتا، دار العلوم امجدیہ اہل سنت ارشد العلوم، اوجھاگنج ضلع بستی (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا ومصلیا ومسلما

بفضلہ تعالیٰ والد ماجد حضور فقیہ ملت قدس سرہ کے قائم کردہ ہند و پاک کے منفرد مفتی ساز ادارہ مرکز تربیت افتا اوجھاگنج کے فارغین جشن دستار مفتیان اسلام اور دیگر مواقع سے کار آمد اور مفید کتابیں، رسائل اور کتابچے تصنیف کرکے اسے تقسیم کرتے ہیں۔مرکز تربیت افتا اوجھاگنج سے ۲۰۲۲ کے فارغین میں جناب مولانا محمد فرقان برکاتی اُحسنی امجدی سلمہ المنان، جامعہ احسن البرکات مارہرہ مطہرہ میں اپنی دستار فضیلت کے موقع سے "غیر انبیا کے نام کے ساتھ سلام کا استعمال اور اس کا حکم" نامی رسالہ مرتب کیا ہے، یہ ایک عمدہ اور علمی کاوش ہے۔ عزیز گرامی نے اس رسالے کی ترتیب میں بہت محنت کی ہے، پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ انہوں نے ایک ایسے موضوع کا انتخاب کیا جس میں عموماً لوگ متردد رہتے ہیں،اس مختصر سے رسالے میں" علیہ السلام" کے استعمال کے تعلق سے مختصر مگر ایک جامع گفتگو ہے،اور تمام گوشوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب کریم ان کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور مزید خدمت دین کی توفیق بخشے اور ان کے علم و عمل اور فضل میں برکتیں عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین بجاہ سیدالمرسلین علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

دعا گو

محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

خادم الافتا مرکز تربیت افتا اوجھا گنج بستی،یوپی

۲۶/ جمادی الآخرہ ۱۴۴۴ھ

۲۰/ جنوری ۲۰۲۳ء جمعہ مبارکہ

تقریظ جلیل

استاذ گرامی وقار حضرت علامہ مولانا عرفان احمد ازہری صاحب قبلہ

صدر المدرسین جامعہ احسن البرکات، مارہرہ مطہرہ، ایٹہ، یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلیا و مسلما

جامعہ احسن البرکات، مارہرہ شریف کا افتتاح ۱۱ر ستمبر ۲۰۱۲ء میں مشائخ خانوادۂ برکات، ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی، حضور رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں نوری دام ظلھما العالی اور ہندوستان کے مشہور و معروف علمائے کرام کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ خانقاہ برکاتیہ کے زیر انتظام چلنے والے اس ادارہ نے بہت قلیل مدت میں اپنے عمدہ تعلیمی اور تربیتی نظام کی بنیاد پر ہندوستان کے مدارس کے درمیان اپنی ایک شناخت اور پہچان قائم کر لی ہے۔

جامعہ اَحسن البرکات کے فارغین بڑی تیزی سے ملک و بیرونِ ملک کے مدارس و جامعات میں اپنی محنت و مشقت کی بنیاد پر نمایاں کارکردگی انجام دے رہے ہیں۔

مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے کہ ہمارے جامعہ کے فارغ التحصیل عالم دین عزیزم مولانا محمد فرقان برکاتی احسنی نے ایک رسالہ بنام "غیر انبیا کے ساتھ سلام کا استعمال اور اس کا حکم" تالیف کیا ہے، جس میں موصوف نے یہ

بیان کیا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ کے لیے "علیہ السلام" کا استعمال کرنے میں علما کا اختلاف ہے مگر اہل بدعت کا شعار ہونے کی وجہ سے اس سے بچنا ضروری ہے تاکہ جمہور اور امام اہل سنت اعلی حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مطابق اجماع کی مخالفت لازم نہ آئے۔

راقم الحروف نے سرسری نگاہ سے موجودہ رسالہ کا مختلف مقامات سے مطالعہ کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ مؤلف نے اس رسالہ کی تالیف میں بڑی عرق ریزی، جاں فشانی اور تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے، اور ہر باب کو بہترین وضاحت کے ساتھ معتمد و مستند کتب کے حوالوں سے مزین کرکے مسئلہ کی عمدہ تحقیق کی ہے، مجھے یقین ہے کہ یہ رسالہ اپنے قاری کو مطمئن و مسرور کر دے گا۔

مولانا موصوف مارہرہ شریف ہی کے قریب ایک گاؤں فیروزپور سلونی کے رہنے والے ہیں۔ انھوں نے جامعہ احسن البرکات میں از اعدادیہ تا فضیلت مکمل تعلیم حاصل کی ہے، اور اس سال عرس نوری (مارہرہ شریف) کے موقع پر انھیں دستار فضیلت سے بھی نوازا جائے گا۔

عزیز موصوف نیک طینت، محنتی، مخلص،اساتذہ کے نیاز مندی،مثبت اور تعمیری فکر کے حامل عالم دین ہیں۔

اس کتاب کی تکمیل پر میں انھیں مبارکباد دیتا اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ مولی عز و جل ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور ہر

خاص و عام کے لیے فائدہ کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الأمین الأشرف الأفضل النجیب الکریم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وأصحابہ وبارک و سلم۔

وما علینا إلا البلاغ وما توفیقی إلا باللہ

محمد عرفان ازہری
صدر المدرسین جامعہ احسن البرکات، مارہرہ مطہرہ، ایٹہ، یوپی

تقدیم

صاحبزادہ و جانشین فقیہ ملت حافظ و قاری حضرت مولانا مفتی **ازہار احمد امجدی** مصباحی ازہری صاحب قبلہ
صدر المدرسین مرکز تربیت افتا و بانی ٹرسٹ فلاح ملت، اوجھاگنج، بستی، یوپی۔

مبسملا و حامدا و مصلیا و مسلما

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روشن زمانہ سے لے کر آج تک مسائل کے احکام میں تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے، یہ اور بات ہے کہ حضور نبی دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے زمانے میں جو مسائل کے احکام بدلے اور بعد کے ادوار میں حالات زمانہ کی وجہ سے جن مسائل کے احکام میں تبدیلی آئی، ان دونوں کے درمیان فرق ہے۔ عہد رسالت میں جن مسائل کے احکام بدلے، وہ علم الہی اور علم رسول میں ایک مدت کے لیے تھے؛ اس لیے جب وہ مدت پوری ہوگئ؛ تو مسائل کے احکام بھی بدل گئے، اسی تبدیلی کو ناسخ و منسوخ سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف عہد رسالت اور عہد صحابہ کے بعد جو اجتہادی، غیر اجماعی مسائل کے احکام بدلے، وہ کسی خاص مدت کے گزر جانے سے نہیں بدلے، بلکہ جس بنیاد پر وہ قائم تھے، وہ بنیاد، حالات زمانہ کے بدلنے سے بدل گئ؛ اس لیے ان پر مبنی احکام بھی بدل گئے۔ اور یہ تبدیلی جس طرح عدم جواز سے جواز کی طرف ہوتی ہے، اسی طرح جواز سے عدم جواز کی طرف بھی ہوتی ہے۔ ان شاء اللہ تعالی یہ دعوی مندرجہ ذیل مثالوں سے واضح ہوجائے گا۔

عدم جواز سے جواز کی مثال

عدم جواز کے حکم سے جواز کا حکم رکھنے والی صورت پر سیکڑوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، مگر یہاں سر دست صرف ایک مثال، ذکر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ پینٹ شرٹ، کوٹ، پتلون پہلے پہننا حرام بلکہ سخت حرام تھا مگر اب حرام نہیں۔

اعلی حضرت مجدد دین وملت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: ”انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام، سخت حرام، اشد حرام اور انھیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی، قریب بہ حرام، واجب الاعادۃ کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیرے؛ تو گنہ گار، مستحق عذاب و العیاذ باللہ العزیز الغفار“۔ (فتاوی رضویہ، کتاب، باب، ج۳ص ۴۲۲، ۴۲۳، سنی دار الاِشاعت، مبارک پور)

میں اس پر کوئی تبصرہ کروں، اس سے بہتر ہے کہ استاذ مکرم فقیہ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی دام فضلہ کا اس پر موجود تبصرہ یہاں ذکر کردوں۔ آپ مجدد دین و ملت علیہ الرحمۃ کا مندرجہ بالا قول ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”اعلی حضرت علیہ الرحمۃ و الرضوان نے آج سے سوا سو سال پہلے جب انگریزی طرز کے کپڑوں کو سخت حرام اور بہت سخت حرام قرار دیا تھا، اس وقت یہ کپڑے انھیں انگریزوں کا شعار خاص تھے، وہ لوگ اپنے اس لباس سے پہچانے جاتے تھے اور غیر قوم کے شعار کو پسندیدگی کے ساتھ اپنانا سخت حرام اور بسا اوقات کفر بھی ہوتا ہے جیسا کہ فتاوی رضویہ جلد نہم میں اس کی صراحت ہے۔

مگر آج وہ لباس انگریزوں کا شعار نہیں رہ گئے اور عام طور پر اقوام عالم نے اس لباس کو اختیار کر لیا ہے اور اب یہ کسی بھی قوم کی پہچان نہیں، غرض یہ کہ جس بنیاد پر فتاوی رضویہ میں اسے حرام یا سخت حرام قرار دیا گیا تھا، وہ بنیاد ہی باقی نہ رہی؛ اس لیے کوئی بھی رمز شناس عالم آج کے زمانے میں اسے حرام نہیں کہہ سکتا“۔ (فقہ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت، سراج الفقہاء، ص۸۶، ط: مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور)

جواز سے عدم جواز کی مثال

تغیر زمانہ کی وجہ سے جواز کے حکم سے عدم جواز کا حکم رکھنے والی صورت پر بھی بہت ساری مثالیں مل سکتی ہیں، اس کے لیے عربی فقہ و فتاوی کی کتابوں کے ساتھ فتاوی رضویہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے، میں سر دست اس کے متعلق صرف ایک مثال پیش کرنے پر

اکتفا کرتا ہوں۔ یعنی پہلے عورت کو مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنے کی اجازت تھی پھر بعد کے ادوار میں اسے ممنوع و ناجائز قرار دے دیا گیا۔

اعلی حضرت مجدد دین و ملت فرماتے ہیں: ”جب ان خیر کے زمانوں، ان عظیم فیوض کے وقتوں میں عورتیں منع کر دیں گئیں اور کاہے سے، حضور مساجد و شرکت جماعت سے، حالاں کہ دین متین میں ان دونوں کی شدید تاکید ہے“۔ (فتاوی رضویہ، محدث بریلوی، کتاب الجنائز، ج ۷ ص ۳۶۰، ط: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف)

اسی طرح غیر انبیا علیہم الصلاۃ و السلام مثلا امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم، حضرت سیدہ فاطمہ زہرا طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا، حضرت امام حسن اور حسین اور دیگر اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالی عنہم کے ساتھ اگرچہ فی نفسہ علیہ السلام اور اس کے مثل دوسرے صیغے لکھنا جائز تھا، مگر جب اس کا لکھنا اور بولنا شیعہ کی علامت بن گیا؛ تو جمہور اہل سنت و جماعت کے نزدیک، غیر انبیا علیہم الصلاۃ و السلام کے ساتھ اس کا لکھنا و بولنا مکروہ تنزیہی یا ممنوع قرار پایا۔ ایک طویل زمانہ سے اہل سنت و جماعت کے جمہور علما و مفتیان کرام رحمہم اللہ تعالی کا اسی پر عمل رہا ہے اور آج بھی اسی پر عمل ہے بلکہ اعلی حضرت مجدد دین و ملت علیہ الرحمۃ و الرضوان کے مطابق غیر انبیا علیہم الصلاۃ و السلام کے ساتھ اس کے لکھنے و بولنے کے ممنوع ہونے پر اجماع ہے۔

اسی جمہور علما و فقہا کے مطابق آج بھی اہل سنت و جماعت کے علما و عوام کا عمل ہونا چاہیے مگر آج ان کی رائے کے خلاف، بعض اہل سنت و جماعت کے علما و عوام، غیر انبیا علیہم الصلاۃ و السلام کے ساتھ، اس کو لکھتے اور بولتے ہیں بلکہ جب محرم الحرام کا مہینہ آتا ہے؛ تو قصدا اس کے لکھنے و بولنے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے، حتی کہ بعض کی جانب سے اسے لکھ اور بول کر یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اگر یہ نہ لکھا گیا؛ تو گویا سادات کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے محبت کا حق ادا نہیں کیا گیا اور کبھی کبھی بعض لوگ اس کے لکھنے و بولنے پر زور دیتے ہوئے بے انداز گفتگو کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔

میرے لحاظ سے اس کے پیچھے دو طرح کی ذہنیت کار فرما ہے، ایک یہ کہ فروعی مسائل میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ یقینا یہ حق ہے مگر اس کی توجیہ غلط کی جا رہی ہے؛ کیوں کہ شاید اس سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ ہر کس و ناکس کو فروعی مسائل میں اختلاف کرنے کی گنجائش ہے؛ اسی لیے آج بعض درس نظامی پڑھنے والے بھی، اس کے عملی علم بردار نظر آتے ہیں، حالاں کہ اتنا پڑھنے لکھنے والا فقہ کے دروازے میں بھی نہیں داخل ہوتا، چہ جائے کہ وہ فروعی مسائل میں اصول و قواعد کی بنیاد پر اختلاف کرنے کی صلاحیت رکھے۔ حق یہ ہے کہ ہر کوئی فروعی مسائل میں اختلاف کی گنجائش نہیں رکھتا؛ کیوں کہ اصول و ضوابط کی روشنی میں فروعی مسائل میں اختلاف کی گنجائش ہونے کے لیے، صرف عالم یا مفتی ہونا کافی نہیں بلکہ کم از کم صاحب نظر فقیہ ہونا ضروری ہے۔

شرح عقود رسم المفتی میں ہے: "فللمفتی اتباع عرفه الحادث فی الألفاظ العرفية و كذا فی الأحكام التی بناها المجتهد علی ما كان فی عرف زمانه و تغير عرفه إلی عرف آخر، اقتداء بهم۔ لكن بعد أن يكون المفتی ممن له رأی و نظر صحيح و معرفة بقواعد الشرع حتی يميز بين العرف الذی يجوز بناء الأحكام عليه و بين غيره؛ فإن المتقدمين شرطوا فی المفتی الاجتهاد و هذا مفقود فی زماننا. فلا أقل من أن يشترط فيه معرفة المسائل بشروطها و قيودها التی كثيرا ما يسقطونها و لايصرحون بها اعتمادا علی فهم المتفقه"۔ (شرح عقود رسم المفتی، امام ابن عابدین، الاعتبار للعرف الحادث، ص۷۹، مکتبۃ البشری، کراچی، پاکستان)

دوسرے یہ کہ بعض علمائے اہل سنت جواز کے قائل ہیں۔ یہ بھی درست ہے مگر یہ جمہور علما و فقہا کے مقابل، تعداد میں بہت کم ہیں، شاید اسی وجہ سے اعلی حضرت مجدد دین و ملت علیہ الرحمۃ نے اس کے ممنوع ہونے پر اجماع کا قول کیا ہے۔ بر سبیل تنزل اگر اس کے ممنوع ہونے پر اجماع نہ بھی مانا جائے؛ تو کم از کم اس کا مکروہ ہونا جمہور علما و فقہا کا قول ہے اور

عموماً یہی چیز اس قول کے راجح ہونے کے لیے کافی ہے۔ اور راجح کے مقابل مرجوح کالعدم اور منسوخ کی منزل میں ہوتا ہے، بلاضرورت وحاجت شرعیہ، اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا، اگر عمل کیا گیا؛ تو مکروہ کا مرتکب قرار پائے گا۔ اور بہر کیف تقریباً فقہ و افتا سے تھوڑا بہت تعلق رکھنے والا بھی یہ بخوبی جانتا ہے کہ بلاضرورت و حاجت، معدوم و منسوخ پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہوتی بلکہ فقہاے کرام نے بلاضرورت و حاجت، راجح کے خلاف، مرجوح قول پر عمل کرنے کو خرق اجماع قرار دیا ہے۔

شرح عقود رسم المفتی میں ہے: "أن الحكم و الفتيا بما هو مرجوح خلاف الإجماع و أن المرجوح فى مقابلة الراجح بمنزلة العدم و الترجيح بغير مرجح فى المتقابلات ممنوع و أن من يكتفى بأن يكون فتواه أو عمله موافقا لقول أو وجه فى المسئلة و يعمل بما شاء من الأقوال و الوجوه من غير نظر فى الترجيح، فقد جهل و خرق الإجماع"۔ (شرح عقود رسم المفتی، امام ابن عابدین، الإفتاء والعمل علی الضعیف، ص ۸۴، ط: مکتبۃ البشری، کراچی، پاکستان)

اعتراض: کوئی یہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ جمہور نے مکروہ تنزیہی کا قول کیا ہے اور مکروہ تنزیہی کا ارتکاب جرم نہیں ہوتا، پھر آپ کیوں یہاں پر غیر انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ علیہ السلام لکھنے والے کو روک رہے ہیں؟!

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ کچھ علماے کرام علیہم الرحمۃ نے اس کا لکھنا مکروہ تحریمی و حرام بھی قرار دیا ہے؛ اس لیے اختلاف سے بچتے ہوئے، اس کے نہ لکھنے میں ہی احتیاط ہے، نیز مکروہ تنزیہی سے بھی بچنا بہتر ہی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر صرف مکروہ تنزیہی کے ارتکاب تک معاملہ ہوتا، یعنی لکھنے والے اس کا لکھنا مکروہ تنزیہی سمجھتے اور پھر اس کے بعد وہ لکھتے؛ تو قائل کا یہ کہنا درست ہوتا، مگر عام طور سے بعض لوگ جو یہ لکھتے، بولتے ہیں، ان کے طریقہ کار اور گفتگو سے یہی

سمجھ میں آتا ہے بلکہ کبھی کبھی بعض افراد کی جانب سے صراحت ہوتی ہے کہ وہ اسے مکروہ تنزیہی بھی نہیں سمجھتے بلکہ بلا کراہت جائز سمجھ کر، لکھتے اور بولتے ہیں اور بلاشبہ ان کا اس طرح سمجھ کر عمل کرنا، جمہور علما و فقہا کے خلاف جاکر، مرجوح قول پر عمل کرنا ہے، جو ایک طرح سے خرق اجماع ہے اور یہ کبھی محمود و پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔

انھیں ساری باتوں کے پیش نظر میں نے عزیزم مفتی محمد فرقان برکاتی احسنی زید علمہ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ ائمہ کرام، مجتہدین عظام اور فقہاے ذوی الاحترام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال، حسن ترتیب کے ساتھ جمع کریں اور مجوزین کے دلائل کا علمی جائزہ بھی لیں تاکہ غیر انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے لیے اس صیغہ یا اس کے مثل دوسرے صیغے کے استعمال کو بلا کراہت جائز قرار دینے والے، خود فیصلہ کر سکیں کہ ان کا یہ جواز کا قول کس حد تک درست ہے۔ موصوف زید علمہ نے قبول کیا اور بڑی ہی محنت و مشقت کے بعد اس کے جواز و عدم جواز سے متعلق جتنے اقوال مل سکے، ان کو جمع کیا اور جائز قرار دینے والوں کے دلائل کا علمی جواب بھی دیا اور حاصل کلام یہ نکلا کہ غیر انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ علیہ السلام یا اس کے مثل دوسرے صیغے کے ممنوع ہونے پر اجماع یا کم از کم جمہور کے نزدیک مکروہ تنزیہی ضرور ہے؛ اس لیے غیر انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ اسے لکھنا اور بولنا نہیں چاہیے اور بلا کراہت اس کے لکھنے اور بولنے کا جواز قطعاً فراہم نہیں کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ موصوف زید علمہ کی اس اہم کاوش کو قبول فرما کر، ان کو دارین کی سعادتوں سے نوازے اور پوری زندگی خلوص و اعتدال اور تقوی و پرہیزگاری کے ساتھ دین حنیف کی، ہر میدان میں خدمت کرنے کی توفیقات سے نوازے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

دعا جو و دعا گو:

ابو عاتکہ ازہار احمد امجدی مصباحی ازہری غفرلہ

خادم مرکز تربیت افتا و بانی ٹرسٹ فلاح ملت، اوجھاگنج، بستی۔

۲۵ر جمادی الآخرۃ ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۸ر جنوری ۲۰۲۳ء

تمہید

الحمد للہ لولیہ والصلاۃ والسلام علی رسولہ وعلی آلہ واصحابہ واھل بیتہ اجمعین۔

اما بعد!

رب کریم کا احسان عظیم ہے کہ جس نے مجھے علم دین کی تحصیل کی توفیق بخشی اور تشنگئ علم کی تسکین کی خاطر ہندوستان کی بے مثال خانقاہ، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے تحت چلنے والے ایک عظیم الشان ادارے جامعہ احسن البرکات میں از اعدادیہ تا فضیلت تعلیم حاصل کرنے کا موقع عنایت فرمایا، پھر دو سالہ تخصص فی الفقہ کے لیے منفرد مفتی ساز ادارہ، یادگار فقیہ ملت علیہ الرحمہ، مرکز تربیت افتا، دارالعلوم امجدیہ اہلسنت ارشد العلوم اوجھاگنج بستی میں خوشہ چینی کے سعادت عطا فرمائی۔

یہاں تربیت افتا کی ایک سالہ زندگی کب گزر گئی اندازہ ہی نہیں ہوا اس لیے کہ استاذ کریم صاحب زادہ وجانشین فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی ازہار احمد امجدی مصباحی ازہری حفظہ اللہ ورعاہ کے نصیحت آمیز کلمات اور آپ کے تفکرات وتخیلات اذہان وافکار کو اس قدر وسعت فراہم کرتے ہیں گویا لگتا ہے آپ گفتگو فرماتے رہیں اور ہم سنتے رہیں خاص طور سے جب آپ فروعی مسائل میں ہونے والے اختلافات پر گفتگو فرماتے ہیں تو اس حسین پیرائے میں اپنی رائے رکھتے ہیں کہ کسی بھی عالم کی ادنیٰ سی بھی بے ادبی کا شائبہ تک نہیں ہوتا، بلکہ آج کل کے اختلافات کو دیکھ کر تو بے انتہا افسوس کا اظہار فرماتے ہیں اور سدباب کا حل بھی ارشاد فرماتے رہتے ہیں۔

بہرحال امسال جب ماہ محرم شریف جلوہ فگن ہوا تو اختلافات پر مبنی بہت سی تحریریں سامنے آتی رہیں، کوئی صحابہ کرام کی شان میں زبان درازی کرتا تو کوئی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں بدکلامی کرتا ہوا نظر آتا، بعض لوگ تو محبت

اہلبیت ثابت کرنے کے چکر میں اس قدر غلو سے کام لیتے ہیں کہ نہ انہیں ان روایات کی سند و حقیقت کا خیال رہتا ہے اور نہ ہی اسلاف کے طرز عمل کا پاس، الا ماشاءاللہ۔

اسی ماحول اور اختلافات کی زد میں اس مسئلے نے بھی طول پکڑا کہ کس کے نام کے ساتھ صیغہ "علیہ السلام" لگایا جائے اور کس کے ساتھ نہ لگایا جائے۔ ایک دن بعد درس استاد محترم مفتی ازہار احمد امجدی صاحب قبلہ نے بے حد افسوس اور دل شکنی کا اظہار کرتے ہوئے مجھ فقیر برکاتی کو حکم فرمایا کہ آپ اس مضمون پر مواد جمع کریں اور بہت احسن پیرائے میں لکھیں تاکہ اصل مسئلہ کی وضاحت ہو جائے۔

آپ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے بہت محنت و مشقت اور تلاش و جستجو کے بعد مجھ سے جو کچھ بھی ہو سکا میں نے اسے اس مختصر سے رسالے میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

اور یہ ثابت کیا ہے کہ علیہ السلام کہاں استعمال کرنا چاہیے اور کہاں نہیں، ساتھ ہی ممانعت کے وجوہات کو بھی واضح کر دیا ہے تاکہ لوگ سمجھ کر ہر طرح کی بے احتیاطی اور عدم توجہی سے پرہیز کر سکیں۔

اور اس کے لیے دور قدیم سے لے کر دور جدید تک کے مشہور و معروف اور معتبر و مستند علماء کرام کی متداول کتب سے استفادہ کیا ہے اور ان کے طریقہ کار کو بھی بیان کر دیا ہے۔

کیونکہ آج کل کی فضا اس قدر گرد آلود ہو چکی ہے کہ لوگوں کو حقیقت بھی نظر نہیں آتی بلکہ بعض تو اس قدر سخت مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ وہ حقیقت دیکھنا تو دور کی بات سننا بھی پسند نہیں کرتے۔

اس دور میں احتیاط اس لیے بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ یہ وہ زمانہ ہے جس میں رافضیت اور شیعیت بہت ہی تیزی کے ساتھ پنپ رہی ہے، ہر شخص مدعی ہے کہ ہم ہی

سچے محبت اہل بیت اطہار اور ہم ہی امام حسین رضی اللہ تعالی عنہم کے سچے ماننے والے ہیں، حالانکہ بہتوں کا اعتقاد و کردار ان کے دعویٰ کے خلاف ہوتا ہے۔

اس لئے وقت کا اہم تقاضہ ہے کہ توازن کے ساتھ ہمارے ہاتھوں میں تعظیم صحابہ کا دامن اور محبت اہل بیت کا علم بھی ہونا چاہیے، اور جس دائرہ کار کا شریعت مطہرہ ہمیں حکم دیتی ہے بس وہیں تک ہم محدود رہیں ہر گز اس سے تجاوز کرنے کی جراءت نہ کریں، تاکہ ہماری دنیاو آخرت دونوں سلامت رہیں۔

اللہ تعالی کی بارگاہ میں استدعا ہے کہ میری اس کاوش کو قبول فرما کر امت مسلمہ کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے، بالخصوص ہمیں سچا محب صحابہ اور محب اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین بنائے، ان کی محبت میں اور انھیں کی عملی زندگی کے اعتبار سے جینا اور مرنا نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

سلام کے مختلف معانی

سب سے پہلے تو یہ جان لیتے ہیں کہ لفظ " سلام " کتنے معانی پر بولا جاتا ہے۔ یا کتنے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ "سلام" دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔اول، سلام بمعنی تحیت واکرام۔ دوم، دعائے طلب رحمت بمعنی صلاۃ اور بطور تعظیم و تکریم۔ معنی اول یعنی سلام بمعنی تحیت جو زندوں اور مردوں سب کو عام ہے،جس سے ملاقات کے وقت تحیت کا ارادہ کیا جاتا ہے اور ان سے جواب کی توقع بھی ہوتی ہے، چاہے وہ زندہ شخص سامنے موجود ہو یا نہ ہو، اسی طرح کسی پیغام یا خط کے ذریعہ لکھ کر سلام بھیجا جائے یا زیارتِ قبور کے وقت قبر والے کو بطور تحیت سلام پیش کیا جائے۔ سلام کی اس قسم کے جواز میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ،اور سلام کی یہ صورت ہمارا موضوع بحث بھی نہیں ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی علیہ الرحمہ تفسیر آلوسی میں تحریر فرماتے ہیں:

"حقق بعضهم فقال ما حاصله مع زيادة عليه. السلام يعم الحي والميت هو الذي يقصد به التحية كالسلام عند تلاق، أو زيارة قبر"۔

ترجمہ: سلام سے متعلق بعض علمانے تحقیق کی ہے،ان کے کلام کا ماحصل کچھ مزید اضافہ کے ساتھ یہ ہے: سلام جو زندوں اور مردوں دونوں کو عام ہوتا ہے، یہ وہ ہے جس کے ذریعہ تحیت مقصود ہوتی ہے، خواہ ملاقات کے وقت زندہ کو یا زیارت قبر کے وقت صاحب قبر کو کرے۔ (ج ۱۱، ص ۲۶۱، الأحزاب ۳۳، الآیۃ ۵۶، ط: دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: "أما السلام للتحية للأحياء فلا كلام فيه"۔ ترجمہ: زندوں کے لئے تحیت کا سلام تو اس کے

جواز میں کوئی کلام نہیں ہے۔ (حاشیۃ القونوي، الأحزاب ۳۳، الآیۃ: ۵٦، ج ۱۵ ص ۴۱۷، ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان)

امام یحیی بن شرف نبوی شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "وأما الحاضر يخاطب به فيقال: سلام عليك، أو سلام عليكم، أو السلام عليك أو عليكم وهذا مجمع عليه". ترجمہ: حاضر کو سلام کے ساتھ مخاطب کیا جائے تو کہا جائے۔ سلام علیک یا سلام علیکم، یا السلام علیک یا علیکم اور یہ مجمع علیہ ہے یعنی اس پر اجماع ثابت ہے۔ (الاذکار للنووی، باب الصلاۃ علی الانبیاء والھم تبعا لھم صلی اللہ علیھم وسلم، ج ۱، ص ۲۰۹، ط: دار ابن کثیر دمشق بیروت)

معنی دوم یعنی دعائے طلب رحمت بمعنی صلاۃ اور بطور تعظیم و تکریم. یہی وہ سلام ہے جو ہمارا موضوع بحث ہے اور جس کے غیر نبی و ملک (فرشتے) کے لئے بولنے کے جواز یا عدم جواز میں علما کا اختلاف ہے، یعنی انبیا و ملائکہ کے لئے تو بول ہی سکتے ہیں کیا ان کے علاوہ پر بھی بولا جا سکتا ہے یا نہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: "وأما السلام الذى يقصد به الدعاء منا بالتسليم من الله تعالى على المدعوله سواء كان بلفظ غيبة أو حضور". ترجمہ: اور دوسرا سلام یہ ہے کہ سلام کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ وہ اپنا سلام اس بندے پر نازل فرمائے، اس کے لئے غائب کا صیغہ استعمال کرے یا حاضر کا صیغہ استعمال کرے۔ (تفسیر الوسی ج ۱۱، ص ۲٦۱ ط: دار الکتب العمیہ بیروت لبنان)

امام احمد قسطلانی علیہ الرحمۃ المواھب الدنیۃ میں فرماتے ہیں: "وقال ابو محمد الجوينى من اصحابنا: السلام بمعنى الصلاة"۔ ترجمہ: امام ابو محمد الجوینی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: سلام، صلاۃ کے معنی میں ہے۔ (فضيلة الصلاة على النبى، ج ۲، ص ٦٠٦، ط: : المكتبة التوفيقية، القاهرة، مصر)

علامہ شامی علیہ الرحمۃ اپنی معرکۃ الآراء کتاب رد المحتار میں نقل فرماتے ہیں:"وأما السلام فنقل اللقانی فی شرح جوهرة التوحید عن الامام الجوینی: انه فی معنی الصلاة". ترجمہ: رہا سلام تو امام لقانی نے شرح جوہرہ التوحید میں امام جوینی علیہ الرحمہ سے نقل کیا کہ وہ (سلام) صلاۃ کے معنی میں ہے۔ (کتاب الخنثی، مسائل شتی، ج ۱۰، ص ۴۸۳، ط: زکریا بکڈپو، الھند)

حضور حافظ ملت علامہ عبد العزیز علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: " سلام دو قسم پر ہے ایک سلام بمعنی تحیت واکرام، یہ ہر مسلمان کے لئے عام ہے لیکن اس کا استعمال بالمشافہ بصیغہ خطاب ہوتا ہے یا بواسطہ نامہ وغیرہ۔

دوسرا سلام: سلام بمعنی دعائے طلب رحمت بمعنی صلاۃ، اس کا استعمال بصیغہ غائب بھی ہوتا ہے۔ مثلا حضرت موسی علیہ السلام، حضرت عیسی علیہ السلام"۔ (فتاوی جامعہ اشرفیہ، ج ۱، ص ۵۶۱، ۵۶۲، ط: مجلس فقہی مبارک پور اعظم گڑھ یوپی)

مذکورہ حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ سلام صلاۃ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اب یہاں پر سب سے پہلے میں علمائے ذوی الاحترام کے ان اقوال کو ضبط تحریر میں لاتا ہوں جن میں صراحۃ انبیا و ملائکہ کے علاوہ کے لئے سلام کو استقلالا استعمال کرنے سے منع کیا یا ناجائز قرار دیا ہے۔ اس کے بعد علمائے ربانیین کی اس رائے کو ذکر کروں گا، جس میں انھوں نے غیر انبیا و ملائکہ کے لئے صلاۃ کو استقلالا استعمال کرنے سے منع کیا یا ناجائز بتایا ہے۔

غیر انبیاکے ساتھ سلام کااستعمال اوراقوال ائمہ عظام

امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:"وأما السلام فقال الشيخ ابو محمد الجويني من اصحابنا هو في معنى الصلاة فلا يستعمل في الغائب ولا يفرد به غير الانبياء فلا يقال: علي عليه السلام وسواء في هذا الاحياء والاموات"۔ ترجمہ: رہا سلام تو ہمارے اصحاب میں سے شیخ ابو محمد الجوینی فرماتے ہیں کہ یہ بھی صلاۃ کے معنی میں ہے، نہ اسے غائب پر بولا جائے اور نہ ہی غیر انبیاپر ابتداء اور استقلالا، لہذا "علی علیہ السلام" نہیں کہا جائے گا خواہ مردوں کے لئے ہو یا زندوں کے لئے۔ (الأذکار للنووی، ص۲۱۰، ط: دار ابن کثیر دمشق، بیروت)

علامہ سید عبد الغنی نابلسی حنفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:" ولا يفرد به غير الأنبياء فلا يقال: علي عليه السلام والأحياء والأموات فيه سواء، غير أن الحاضر يخاطب به فيقال: عليك السلام"۔ ترجمہ: تنہا غیر انبیاپر سلام کا اطلاق نہیں، لہذا "علی علیہ السلام" نہیں کہا جاسکتا۔ زندے اور مردے اس میں سب یکساں ہیں، مگر حاضر کو مخاطب کیا جائے تو کہا جائے "علیک السلام"۔ (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الجزء الاول، ص۹، ط: مکتبۃ الحقیقیۃ، استانبول، ترکی)

علامہ ابراہیم بن محمد الحلبی الحنفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "و كذلك عليه السلام لم يعهد في لسان الشرع إلا تبعا فلا يقال: فلان عليه السلام"۔ ترجمہ: "علیہ السلام" کہ لسان شرع میں معروف و رائج نہیں ہے مگر تبعا؛ لہذا "فلاں علیہ السلام" نہیں کہنا چاہیئے۔ (الحلبی الکبیر، ص۳ط: سہیل اکیڈمی، لاہور، پاکستان)

قاضی شہاب الدین خفاجی حنفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "وقد قيل: إن السلام مثل الصلاة مخصوص بالأنبياء ايضا فلا يقال فى غيرهم: عليه السلام كما صرح به الفقهاء"۔ ترجمہ: تحقیق یہی ہے کہ سلام، صلاۃ ہی کے مثل ہے، جو انبیا علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے، لہذا انبیاء کے علاوہ کے لئے "علیہ السلام" نہیں بولا جائے گا، فقہا کرام نے بھی یہی تصریح فرمائی۔ (نسیم الریاض شرح الشفاء، القسم الثاني، الباب الرابع، فصل في الاختلاف في الصلاة على غير النبي وسائر الانبياء عليهم السلام، ج ۳، ص ۵۱۰، ط: مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات)

امام احمد قسطلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "فلا يقال: على عليه السلام......وقد جرت عادة بعض النساخ أن يفرد علياً وفاطمة رضى الله عنهما بالسلام فيقول: عليه أو عليها السلام من دون سائر الصحابة فى ذلك"۔ ترجمہ: علی علیہ السلام" نہیں کہنا چاہئے اور بعض ناقلین کتب کی عادت ہو گئی ہے کہ وہ باقی صحابہ کرام کے سوا، صرف حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ علیہ یا علیہا السلام لکھتے ہیں۔ (المواهب الدنية، ج ۲، ص ۶۷۶، ط: المكتبة التوفيقية، قاهرة، مصر)

امام ابن کثیر نے فرمایا: "وأما السلام، فقال الشيخ ابو محمد الجوينى من أصحابنا هو فى معنى الصلاة فلا يستعمل فى الغائب ولا يفرد به غير الانبياء فلا يقال : على عليه السلام"۔ ترجمہ: رہا سلام، تو ہمارے اصحاب میں سے شیخ ابو محمد الجوینی نے فرمایا کہ: یہ (سلام) صلاۃ کے معنی میں ہے۔ نہ اسے غائب کے لئے اور نہ ہی غیر انبیا پر تنہا استعمال کیا جائے گا۔ لہذا علی علیہ السلام کہنے کی اجازت نہ ہو گی۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۲۲، سورۃ الاحزاب ۳۳، آیت ۵۶ ط: دار الخیر)

امام الوسی علیہ الرحمۃ تفسیر روح المعانی میں یوں لکھتے ہیں: "وفى شرح الجوهرة للقانى نقلاً عن الامام الجوينى أنه فى معنى الصلاة فلا يستعمل فى

الغائب، ولا يفرد به غير الانبياء عليهم السلام، فلا يقال: على عليه السلام، بل يقال: رضى الله تعالىٰ عنه"۔ ترجمہ: امام لقانی کی شرح جوہرہ میں امام جوینی سے منقول ہے کہ سلام، صلاۃ کے معنی میں ہے۔ نہ اسے غائب کے لئے اور نہ ہی غیر انبیا کے لئے بولا جائے؛ لہذا "علی علیہ السلام" کی جگہ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جائے۔ (روح المعانی، الجزء الثاني والعشرون، الاحزاب ۳۳، آیت ۵۴ تا ۵۷، ص ۱۲۳، ط: دار الفکر بیروت لبنان)

علامہ ابوسعید خادمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:" ثم السلام كالصلاة لايفرد به غير الانبياء"۔ ترجمہ: سلام بھی صلاۃ ہی کی طرح ہے، اسے غیر انبیاکے لئے منفرد یعنی تنہا نہیں کہنا چاہیے۔ (بریقہ محمودیۃ شرح طریقہ محمدیۃ، الجزء الاول، ص ۱۵)

صاحب نبراس حضرت علامہ عبد العزیز پرہاروی حنفی علیہ الرحمہ ذکر کرتے ہیں: "لايجوز التصلية والتسليم على غير الأنبياء استقلالا عند المحققين من أهل السنة والجماعة خلافا للروافض فانهم يصلون ويسلمون على أهل البيت.....ولنا أولا ان بعض الشيعة ادعت النبوة فی أئمة أهل البيت وابتدعوا التصلية والتسليم عليهم بعد ما لم يعهد عن السلف فلزمنا خلافهم"۔ ترجمہ: محققین اہل سنت وجماعت کے نزدیک غیر انبیا بر استقلالا صلاۃ وسلام ناجائز ہے، برخلاف روافض کے کہ وہ صرف اہل بیت پر درود وسلام بھیجتے ہیں کہ بعض شیعہ نے ائمہ اہل بیت کے بارے میں نبی ہونے تک کا دعویٰ کر دیا اور ان پر صلاۃ وسلام ایجاد کر کے، بدعت قائم کی جو کہ سلف صالحین کے زمانے میں غیر معروف تھا۔ لہذا ہمیں اس سے بچنا ہی چاہئے۔ (نبراس، ص ۱، ط: المکتبۃ الرشیدیۃ)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نقشبندی علیہ الرحمہ نے تفسیر مظہری میں ذکر کیا ہے: "هل يجوز الصلاة والسلام على غير الأنبياء، والصحيح أنه يجوز تبعا ويكره استقلالا كما يكره أن يقال: محمد عزوجل مع كونه عزيزاً جليلًا لاختصاصه بالأنبياء عرفا كاختصاص ذلك بالله تعالى"۔ ترجمہ: کیا غیر انبیا کے لئے صلاۃ وسلام جائز ہے؟ (جواباً لکھتے ہیں): صحیح یہ ہے کہ تبعا جائز، استقلالا مکروہ ہے۔ جیسا کہ "محمد عزوجل" کہنا مکروہ ہے، باوجودیکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عزیز بھی ہیں اور جلیل بھی؛ لہذا جس طرح صلاۃ وسلام انبیا کے ساتھ خاص ہے اسی طرح "عزوجل" اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ (تفسیر مظہری، ج۷، سورۃ الأحزاب ۳۳، آیت ۵۶، ص ۳۸۰، ط: دار احیاء التراث العربي، بیروت، لبنان)

قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ اپنی مقبول بارگاہ کتاب شفا شریف" میں لکھتے ہیں: " كذلك يجب تخصيص النبي صلى الله عليه وسلم وسائر الأنبياء بالصلاة والتسليم ولا يشارك فيه سواهم كما أمر الله به بقوله: "صلوا عليه وسلموا تسليماً"۔ ترجمہ: اسی طرح صلاۃ وسلام کو نبی پاک اور تمام انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ مختص کرنا واجب ہے، ان کے علاوہ اس میں کوئی شریک نہیں۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: تم ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (الشفا بتعریف حقوق المصطفی، ج۲، الباب الرابع، فصل فی الاختلاف۔۔۔۔الخ ص ۸۲، ط: مرکز اہل سنت برکات رضا، پوربندر، گجرات)

تفسیر تبیان القرآن میں علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ نقل کرتے ہیں: "جس طرح آپ کے علاوہ کسی اور کو علیہ الصلاۃ نہیں کہنا چاہیئے اسی طرح کسی اور کو علیہ السلام بھی نہیں کہنا چاہئیے"۔ (تبیان القرآن، ج۹، احزاب ۳۳، آیت ۵۶، ص ۵۲۸، ط: فرید بک اسٹال، لاہور)

حضور اعلی حضرت فاضل بریلوی علی الرحمۃ والرضوان ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "صلاۃ و سلام بالاستقلال انبیا و ملائکہ علیہم الصلاۃ والسلام کے سوا کسی کے لئے نہیں، ہاں بہ تبعیت جائز ہے۔ جیسے: اللھم صل وسلم علی سیدنا و مولینا محمد وعلی ال سیدنا و مولینا محمد"۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۲۳ ص ۳۹۰، ط: مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر، گجرات)

حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "یہ سلام جو نام کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، یہ سلام تحیت نہیں جو باہم ملاقات کے وقت کہا جاتا ہے یا کسی ذریعہ سے کہلایا جاتا ہے بلکہ اس سے مقصود صاحب اسم کی تعظیم ہے۔ عرف اہل اسلام نے اس سلام کو انبیا و ملائکہ کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ مثلا: حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسی علیہ السلام حضرت جبریل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام؛ لہذا غیر نبی و ملک کے نام کے ساتھ علیہ السلام نہیں کہنا جائے"۔ (فتاوی امجدیہ، ج ۴، ص ۲۴۴، ۲۴۵، ط: کتب خانہ امجدیہ، دہلی)

بہار شریعت میں اس طرح لکھتے ہیں کہ: "کسی کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا یہ انبیا و ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے، مثلا: موسی علیہ السلام، عیسی علیہ السلام، جبریل علیہ السلام نبی اور فرشتہ کے سوا کسی دوسرے کے نام کے ساتھ یوں نہ کہا جائے"۔ (بہار شریعت، ج ۳، حصہ ۱۶، ص ۴۶۵ ط: المکتبۃ المدینۃ، دہلی)

حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی علیہ الرحمۃ نقل کرتے ہیں: "جس طرح صلوۃ استقلالا انبیا و ملائکہ کے ساتھ خاص ہے، علیہ السلام بھی خاص ہے، تبعا ان کے غیر پر جائز ہے"۔ (فتاوی جامعہ اشرفیہ، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۱ ص ۵۶۲، ط: مجلس فقہی، مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی)

حضور فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "اور امام حسین علیہ السلام کہنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، جمہور علما کا

مذہب یہ ہے کہ استقلالا و ابتداء نہیں جائز ہے اور اتباعا جائز ہے، یعنی امام حسین علیہ السلام کہنا نہیں جائز ہے، امام حسین علی نبینا وعلیہ السلام جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم "۔ (فتاوی فیض الرسول، ج۱، ص۲۹۷، ط: دار الاشاعت، فیض الرسول، براؤں شریف)

مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی لکھتے ہیں کہ: ابن القیم الجوزیہ نے "جلاء الافہام" میں ان دونوں یعنی صلاۃ و سلام میں فرق بیان کیا ہے، اگرچہ دور حاضر کے چند علما اسی بنا پر اس میں فرق کرتے ہیں، لیکن اکثر فقہا و محدثین "سلام" کی دوسری قسم اور صلاۃ میں فرق کے قائل نہیں ہیں اور انھوں نے امام جوینی کے قول کو ہی لیا ہے اور ہم بھی اسے ہی لیں گے جو اکثریت نے کہا۔ اور ان میں بڑے بڑے محدثین اور فقہا کرام شامل ہیں جیسے: امام نووی، امام قسطلانی، امام نابلسی، خادمی، حلبی، خفاجی، ھروی، وشتانی، الوسی اور امام شامی و غیرہم "۔ (علیہ السلام ورضی اللہ عنہ کے استعمال کا حکم، ص۳۶، ط: اہل سنت، پاکستان)

غیر انبیا کے ساتھ صلاۃ کا استعمال اور اقوال ائمہ کرام

وعدے کے مطابق اب یہاں سے ہم علما کے ان اقوال کو ذکر کریں گے جن میں انھوں نے غیر انبیا و ملائکہ کے لئے صلاۃ کو ممنوع قرار دیا ہے۔ اس کا ذکر اس لیے بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ سلام جو ہمارا موضوع بحث ہے، صلاۃ کے معنی میں بھی ہوتا ہے جس کے متعلق امام جوینی اور امام قسطلانی وغیرہم کے اقوال ما قبل میں مذکور ہوئے۔

اس میں اختلاف ہے کہ لفظ صلاۃ غیر انبیا کے لئے بولنا جائز ہے یا نہیں۔ اس میں چار اقوال ہیں: پہلا قول: مطلقا جائز ہے، دوسرا قول: مطلقا ناجائز ہے۔ تیسرا قول: جن کے بارے میں کوئی نص وارد ہو تو ان کے لئے تبعا جائز ہے، استقلالا ان کے لئے بھی جائز نہیں۔ چوتھا قول: تبعاً مطلقاً جائز ہے، استقلالا مطلقا جائز نہیں۔ یہی چوتھا قول حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے متبعین اور حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور جمہور ائمہ کرام کے نزدیک راجح ہے۔

حضرت علامہ سید محمود آلوسی بغدادی علیہ الرحمہ ان اقوال کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وأما الصلاة على غير الانبياء والملائكة عليهم السلام فقد اضطربت فيها اقوال العلماء، فقيل تجوز مطلقا ...... وقيل لا تجوز مطلقا، وقيل لا تجوز استقلالا وتجوز تبعا فيما ورد فيه النص كالآل أو ألحق به كالأصحاب، واختاره القرطبي وغيره وقيل تجوز تبعا مطلقا ولا تجوز استقلالا ونسب إلى أبي حنيفة وجمع"۔ ترجمہ: غیر انبیا و ملائکہ علیہم السلام کے لئے، صلاۃ کے سلسلے میں علما کے متعدد اقوال ہیں: کسی نے کہا مطلقا جائز ہے۔۔۔ کسی نے کہا مطلقا ناجائز ہے، کسی نے کہا استقلالا جائز نہیں ہے اور تبعا ان کے

لیے جائز ہے جن کے بارے میں نص وارد ہوئی ہو، جیسے: اہل بیت اطہار اور اصحاب کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین۔ اس قول کو امام قرطبی وغیرہ نے اختیار کیا ہے اور بعض نے کہا بالتبع مطلقا جائز ہے، بالاستقلال نہیں، یہی قول حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور علما کی ایک بڑی جماعت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ (تفسیر آلوسی ج ۱۱، الاحزاب ۳۳، الآیۃ ۵۵ الی ۷۳، ص ۲۵۰، ط: دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام عبد الرحمن سخاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "وقالت طائفة لا يجوز مطلقا استقلالاً ويجوز تبعا فيما ورد به النص أو ألحق به. وقالت طائفة يكره استقلالا، لا تبعا وهي رواية عن احمد وقال الثوري هو خلاف الأولى، وقالت طائفة يجوز تبعا مطلقا ولا يجوز استقلالا وهذا قول أبي حنيفة وجماعته وقال ابواليمن بن عساكر: وقالت طائفة يجوز مطلقاً"- ترجمہ: ایک گروہ کہتا ہے کہ بالاستقلال مطلقا جائز نہیں ہے لیکن بالتبع ان کے حق میں جائز ہے جن سے متعلق نص وارد ہوئی یا وہ ان کے ساتھ ملحق ہوں۔۔۔۔۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ بالاستقلال کہنا مکروہ ہے، بالتبع مکروہ نہیں، یہی ایک روایت حضرت امام احمد بن حنبل کی بھی ہے، سفیان ثوری خلاف اولی کا قول کرتے ہیں، ایک گروہ کا کہنا ہے کہ بالتبع تو مطلقا جائز ہے، بالاستقلال جائز نہیں، یہی قول حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے متبعین کا ہے، ابن عساکر نے کہا کہ ایک گروہ اسے مطلقا جائز کہتا ہے۔ (القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع، ھل یصلی علی غیر الانبیاء، ص ۶۴، ۶۳، ط: دار الریان، للتراث)

قول چہارم سے متعلق علما کرام کے مزید اقوال پیش ہیں کہ جنھوں نے یہ صراحت فرمائی ہے کہ چوتھا قول ہی حق و صواب اور درست و راجح ہے۔ امام نووی شافعی

علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:"واتفقوا علی جواز جعل غیر الانبیاء تبعا لهم فی الصلاة فیقال: اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد واصحابه وازواجه وذریته وأتباعه للأحادیث الصحیحة فی ذلك، وقد امرنا به فی التشهد، ولم یزل السلف علیه خارج الصلاة ایضاً"۔ ترجمہ: غیر انبیا علیہم السلام پر بالتبع صلاۃ بھیجنے کے جواز پر ائمہ کرام کا اتفاق ہے، اس بارے میں وارد احادیث صحیحہ کی بنیاد پر یوں کہا جائے:" اللهم صل علی محمد وعلی ال محمد واصحابه وازواجه وذریته و اتباعه"۔ اور اسی کا حکم ہمیں تشہد میں بھی ہے، بلکہ اسلاف کرام کا طریقہ کار تو یہ تھا کہ وہ نماز کے علاوہ بھی اسی طرح پڑھتے تھے۔ (الاذکار للنووی، ج۱، ص۲۱۰، ط: دار ابن کثیر، بیروت)

نیز اسی میں ہے:"اجمعوا علی الصلاة علی نبینا محمد وعلی سائر الانبیاء علیهم الصلاة والسلام والملائكة علیهم السلام استقلالا و أما غیر الانبیاء فالجمهور لا یصلی علیهم ابتداء"۔ ترجمہ: ائمہ کرام کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیا و ملائکہ پر صلاۃ کے بالاستقلال جائز ہونے پر اجماع ہے، مگر غیر انبیا کے لئے جمہور کا موقف یہ ہے کہ ان پر بالاستقلال نہ کہا جائے۔ (المرجع السابق)

امام بیضاوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "و تجوز الصلاة علی غیره تبعا وتكره استقلالا لأنه فی العرف صار شعارا لذكر الرسول صلی الله علیه وسلم ولذلك كره أن یقال محمد عزوجل وان كان عزیزا و جلیلا"۔ ترجمہ: غیر نبی پر صلاۃ تبعا جائز ہے، استقلالا مکروہ۔ کیونکہ صلاۃ و سلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہو گیا ہے، اسی وجہ سے مکروہ قرار دیا گیا کہ آپ کے لئے

عزوجل کہا جائے، حالانکہ آپ یقیناً عزیز بھی ہیں اور جلیل بھی یعنی غلبہ والے بھی ہیں اور شان والے بھی"۔ (تفسیر بیضاوی، الأحزاب ۳۳، الآیۃ ۶۱، ۶۲، ج۴، ص۲۳۸، ط: دار إحیاء التراث العربي بیروت لبنان)

خود ابوالبرکات نسفی علیہ الرحمہ کنز الدقائق میں فرماتے ہیں:" ولا یصلی علی غیر الأنبیاء والملائکۃ الا بطریق التبع"۔ ترجمہ:انبیاو ملائکہ کے علاوہ پر صلاۃ صرف تبعاً بھیج سکتے ہیں۔ (کنز الدقائق، کتاب الخنثی، ص ۶۹۵، ط: دار البشائر الإسلامیۃ)

علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ کنزالدقائق کی مذکورہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:"(ولا یصلی علی غیر الانبیاء والملائکۃ الا بطریق التبع) لأن فی الصلاۃ من التعظیم ما لیس فی غیرها من الدعوات وهی زیادۃ الرحمۃ والتقرب من اللہ تعالی ولا یلیق ذلك مما یتصور منه الخطأ والذنوب وانما یدعی له بالعفو والمغفرۃ والتجاوز۔ وقوله: الا تبعا بأن یقول: اللهم صل علی محمد واله وصحبه وسلم، لأن فیه تعظیم النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم "۔ترجمہ:(انبیاو ملائکہ کے علاوہ پر صلاۃ صرف تبعاً بھیج سکتے ہیں) کیونکہ صلاۃ میں وہ تعظیم ہے جو دوسری دعاؤں میں نہیں اور یہ اللہ تعالٰی کی رحمت اور اس کے قرب کی زیادتی کے لئے ہے اور ایسی دعا اس کے لئے مناسب نہیں کہ جس سے خطائیں اور گناہ متصور ہوں اور اس طرح کے لوگوں کے لئے مغفرت اور تجاوز کی دعا کی جائے گی مگر یہ کہ صلاۃ کے ساتھ دعا تبعاً ہو تو جائز ہے یا اس طرح کیا جائے "اللهم صل علی محمد وعلی اله وصحبه...الخ۔کیونکہ اس میں حضور صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، مسائل شتی، مسائل متفرقۃ فی اللباس، ج۸، ص۵۵۵، ط: دار الکتاب الاسلامی)

ایسا ہی تبیین الحقائق، تنویر الابصار، مجمع الأنہر، کشف الحقائق، فتح المعین اور عالمگیری میں بھی ہے۔

قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ "الشفا" میں فرماتے ہیں: والذی ذهب الیه المحققون وأمیل الیه ما قاله مالك وسفیان، رحمهما الله تعالیٰ وروی ابن عباس واختاره غیر واحد من الفقهاء والمتكلمین أنه لا یصلی علی غیر الانبیاء عند ذکرهم بل هو شیئ یختص به الانبیاء توقیرا وتعزیرا كما یخص الله تعالی عند ذکره بالتنزیه والتقدیس والتعظیم ولا یشارك فیه غیره"۔ ترجمہ: اور جس طرف محققین اور میں (امام قاضی عیاض) مائل ہوئے وہ قول امام مالک اور سفیان ثوری کا ہے، ایک روایت حضرت ابن عباس کی بھی ہے، اور اس قول کو بہت سے فقہا و متکلمین نے اختیار فرمایا ہے وہ قول یہ ہے کہ غیر انبیا کے ذکر کے وقت ان پر درود نہ بھیجا جائے، یعنی ان کے نام کے ساتھ "علیہ الصلاۃ و السلام" یا "صلی اللہ علیہ وسلم" نہ بولا جائے، کیونکہ یہ انبیا علیہم السلام کی تعظیم و توقیر کے پیش نظر ان کے ساتھ خاص ہے، جس طرح اللہ عزوجل کے ذکر کے وقت تنزیہ، تقدیس اور تعظیم (مثلا: عزوجل سبحانہ وتعالی، وتقدس) اس کے ساتھ خاص ہے۔ اس کا غیر اس میں شریک نہیں۔ (الشفا بتعریف الحقوق المصطفی، ج ۲، ص ۸۳، ط: مرکز اہل سنت برکات رضا، پوربندر، گجرات)

مفسر اعظم علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: "قال الجمهور من العلماء لایجوز افراد غیر الأنبیاء بالصلاة؛ لأن هذا قد صار شعارا للانبیاء اذا ذکروا

فلا يلحق بهم غيرهم فلا يقال: قال ابو بكر صلى الله عليه أو قال على صلى الله عليه وان كان المعنى صحيحاً. كما لا يقال: قال محمد عز وجل وان كان عزيزا جليلا لأن هذا من شعار ذكر الله عزوجل"۔ ترجمہ: جمہور علمانے فرمایاکہ غیر انبیا پر تنہا صلاۃ بھیجنا جائز نہیں؛ اس لئے کہ یہ انبیا علیہم السلام کا شعار خاص ہو چکا ہے کہ جب ان کا ذکر ہو توان کا غیر ان کے ساتھ شامل نہ ہو گا، لہذا نہیں کہا جائے گا: ابو بکر صلی اللہ علیہ نے فرمایا یا حضرت علی صلی اللہ علیہ نے فرمایا (رضی اللہ عنہما) اگر چہ اس کا معنی درست ہے، جس طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نہیں کہا جاتا ہے "محمد عزوجل" حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عزیز و جلیل شان والے ہیں، اس لئے کہ یہ (عزوجل) اللہ رب العزت کے ساتھ خاص ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۲۲، الاحزاب ۳۳، الآیۃ ۵۶، ص ۵۶۷، ط: دار الخیر)

صلاۃ وسلام کی ممانعت کا سبب

صلاۃ وسلام کا استعمال اس وجہ سے ممنوع ہے کہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور ان کے استعمال کرنے میں ان کے ساتھ تشابہ ہے۔

قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ "الشفا" میں لکھتے ہیں: فهو أمر لم يكن معروفا فی الصدر الأول كما قال ابوعمران وانما أحدثه الرافضة والمتشيعة فی بعض الائمة فشاركوهم عند الذكر لهم بالصلاة وساووهم بالنبی صلی الله عليه وسلم فی ذلك"۔ ترجمہ: یہ وہ کام ہے جو زمانہ قدیم میں معروف نہیں تھا، جیسا کہ ابو عمران نے کہا: اور اس طریقہ کار کی ایجاد روافض اور شیعیت زدہ افراد نے ائمہ اہل بیت کے لئے کی، بایں طور کہ ان کے ذکر کے وقت ان کے ساتھ صلاۃ کو لاحق کر دیا اور اس معاملے میں انھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کر دیا۔ (الشفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثاني، الباب الرابع، فصل في الاختلاف، ج ۲، ص ۸۳، ط: مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات)

امام ابو عباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: "إن أهل البدع قد اتخذوا ذلك شعارا فی الدعاء لأئمتهم، وأمرائهم۔ ولا يجوز التشبه بأهل البدع"۔ ترجمہ: اہل بدعت نے اسے اپنے ائمہ اور امراء کے لئے دعا میں شعار بنا لیا تھا، اور اہل بدعت سے مشابہت جائز نہیں۔ (المفہم، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۴۲، ط: دار ابن کثیر، دمشق، بیروت)

ابو عبد اللہ محمد بن قیم الجوزیہ کا قول ہے: "قلت : ومعنى ذلك، أن الرافضة اذا ذكروا أئمتهم يصلون عليهم باسمائهم ولا يصلون علی غيرهم ممن هو فی خير منهم أحب إلى الرسول صلى الله تعالى عليه

وسلم فینبغی أن یخالفوا فی هذا الشعار "۔ ترجمہ: میں کہتا ہوں۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ روافض جب اپنے ائمہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے ناموں کے ساتھ صلاۃ لگاتے ہیں اور ان کے علاوہ پر نہیں لگاتے، جو کہ ان سے بہتر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ محبوب ہیں، اسی وجہ سے اس شعار میں ان کی مخالفت ضرور کی جائے۔ (جلاء الافهام في الصلاة والسلام على خير الانام، ص ۳۸۰، ط: مکتبہ دارالبیان، دمشق، بیروت)

حضرت علامہ عبدالعزیز پرہاروی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: لایجوز التصلیة والتسلیم علی غیر الانبیاء استقلالا عند المحققین من اهل السنة خلافا للروافض فإنهم یصلون ویسلمون علی أهل البیت"۔ ترجمہ: محققین اہل سنت وجماعت کے نزدیک غیر انبیا پر صلاۃ وسلام بھیجنا ناجائز ہے برخلاف روافض کے کہ وہ اہل بیت پر صلاۃ وسلام بھیجتے ہیں۔ (النبراس شرح شرح العقائد، ج۱، ص۱۰، ط: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "لأنه شعار أهل البدع، قد نهینا عن شعارهم "۔ ترجمہ: یہ بدمذہبوں کا شعار ہے، ہمیں ان کے شعار سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ (الاذکار للنووی، کتاب الصلاۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب الصلاۃ علی الانبیاء والهم تبعا لهم، ص۲۰۹، ۲۱۰، ط: دار ابن کثیر، دمشق، بیروت)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: "وقال آخرون: لا یجوز ذلك لأن الصلاة علی غیر الأنبیاء قد صارت من شعار أهل الأهواء، یصلون علی من یعتقدون فیهم، فلا یقتدی بهم فی ذلك"۔ ترجمہ: دیگر علما نے فرمایا: یہ جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ غیر انبیا پر صلاۃ بدمذہبوں کا شعار بن چکا ہے، یہ ان پر صلاۃ بھیجتے

ہیں جن کے بارے میں عقیدت رکھتے ہیں۔ لہذا اس معاملے میں ان کی اقتدا و پیروی جائز نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، ج٦، الأحزاب ٣٣، آیت ٥٦، ص ٤٢٢، ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ" فتاوی شامی " میں لکھتے ہیں:"والظاهر ان العلة فی منع السلام ما قاله النووی فی علة منع الصلاۃ أن ذلك شعار أهل البدعة"۔ ترجمہ: اور یہ ظاہر ہے کہ ممانعت سلام کی وہی علت ہے جو امام نووی علیہ الرحمۃ نے منع صلاۃ کی علت بیان فرمائی کہ یہ بد مذہبوں کا شعار ہے۔ (رد المحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ج١٠، ص ٤٨٣، ط: زکریا بکڈپو)

امام محمد بن عبد الباقی زرقانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:"لأن افراد علی وفاطمة بذلك صار من شعار أهل البدع"۔ ترجمہ: اس لئے کہ حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کو سلام میں تنہا رکھنا اہل بدعت کا شعار ہے۔ (شرح العلامہ الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، المقصد السابع، الفصل الثاني في حكم الصلاة عليه والتسليم..ج٩، ص ٢٣٤، ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان)

اور اہل بدعت یعنی بد مذہبوں کی مشابہت اختیار کرنا بھی ممنوع ہے، جیسا کہ امام ابو الفضل قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:"فان التشبه بأهل البدع منهی عنه"۔ ترجمہ: بلاشبہ اہل بدعت سے تشبہ ممنوع ہے۔ (المرجع السابق)

اور امام آلوسی علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں:"والتشبيه بأهل البدع منهی عنه فتجب مخالفتهم انتهی"۔ ترجمہ: اور اہل بدعت سے مشابہت ممنوع ہے؛ لہذا ان کی مخالفت واجب ہے۔ (تفسیر روح المعانی ج٦, ص ٣، سورۃ التوبۃ ٩، آیت ٩٣ الی ١١٠، ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان)

استقلالاً سلام کا حکم

سلام کا حکم جمہور کے نزدیک وہی ہے جو صلاۃ کا ہے، بعض کے نزدیک حرام ہے، بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی، لیکن اکثر و بیشتر علما مکروہ تنزیہی کے قائل ہیں۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ "شفا" کی شرح میں لکھتے ہیں: "واختلف فی هذا المنع فقال بعض أصحابنا أنه حرام والاکثر علی أنه مکروه کراهة تنزیه وذهب کثیر إلی أنه خلاف الأولی ولیس مکروها والصحیح الذی علیه الأکثر کراهة تنزیها، لأنه شعار أهل البدع انتهی ملخصاً"۔ ترجمہ: اور اس منع کے بارے میں اختلاف ہے، بعض اصحاب نے حرام کا قول کیا ہے، لیکن اکثر مکروہ تنزیہی مانتے ہیں، اور بہت سے لوگ اس طرف گئے ہیں کہ یہ مکروہ نہیں، خلاف اولی ہے، اور صحیح وہی ہے جس پر اکثر ہیں کہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے۔ (نسیم الریاض شرح الشفاء، القسم الثاني، الباب الرابع، فصل فی الاختلاف، ج۳، ص۵۰۴، ط: مرکز اہل سنت برکات رضا، پوربندر، گجرات)

بعض نے کراہت تحریمی کو ترجیح دی اور کہا کہ غیر انبیا و ملائکہ پر استقلالاً صلاۃ کہنے والا گنہ گار ہو گا۔

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: واختلف هل تکره تحریما أو تنزیها أو خلاف الأولی؟ وصحح النووی فی الاذکار، الثانی، لکن فی خطبة شرح الأشباه للبیری: من صلی علی غیرهم اثم و کره، وهو الصحیح"۔ ترجمہ: علامہ شامی کہتے ہیں کہ اختلاف واقع ہوا کہ غیر انبیاو ملائکہ پر

استقلالا صلاۃ کہنا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا خلاف اولی؟ تو امام نووی علیہ الرحمہ نے مکروہ تنزیہی کو صحیح قرار دیا، لیکن "شرح الاشباہ للبیری" کے خطبہ میں ہے کہ جس نے ان (یعنی انبیا و ملائکہ) کے غیر پر صلاۃ کہی وہ گنہگار ہوا اور ایسا کرنا مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے۔ (ردالمحتار، ج۱۰، ص ۴۸۳) ط: زکریا بکڈپو)

اور گنہگار ہونا کراہت تحریمی میں لازم آتا ہے نہ کہ تنزیہی میں گویا علامہ بیری نے اسے مکروہ تحریمی قرار دیکر مرتکب کے گنہگار ہونے کا قول کیا ہے۔

اکثر نے کراہت تنزیہ کو راجح قرار دیا ہے۔ علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "ثم قال: والصحیح الذی علیہ الاکثرون أنہ مکروہ کراھۃ تنزیہ"۔ ترجمہ: پھر امام نووی نے فرمایا کہ صحیح وہ ہے کہ جس پر اکثر علما ہیں کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقۃ محمدیۃ، الجزء الاول ص۹، ط: مکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکی)

علامہ ابو سعید خادمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: "ھل ھی حرام أو کراھۃ تنزیہ أو خلاف الأولی، أقوال، أرجحھا کراھۃ تنزیہ"۔ ترجمہ: یہ حرام ہے یا مکروہ تنزیہی یا خلاف اولی؟ متعدد اقوال ہیں، ان میں سب سے راجح مکروہ تنزیہی کا قول ہے۔ (بریقۃ محمودیۃ شرح طریقۃ محمدیۃ، ج۱، ص۱۴)

مجوزین کے دلائل اور ان کے جوابات

غیر انبیا کے لئے صلاۃ وسلام کے استعمال سے متعلق بعض علما جواز کے بھی قائل ہیں۔ جیسے: حضرت امام احمد بن حنبل وغیرہ مگر ان کی دلیلوں کے جوابات بہت سے علما کرام نے دئے ہیں، میں یہاں پر ان کی بعض جھلکیاں پیش کرتا ہوں۔

مجوزین کی ایک دلیل سورۃ توبہ کی آیت ۱۰۳ ہے: {وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ} (اور ان کے حق میں دعاے خیر کرو، بے شک تمھاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے)

سورۃ بقرۃ کی آیت ۱۵۷ ہے: {أُولَئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوَاتٌ مِنۡ رَبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ} (یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت) سورہ احزاب کی آیت ۴۳ بھی ان کی ایک دلیل ہے: {هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيۡكُمۡ} (وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ)

ان مذکورہ آیات کے علاوہ حسب ذیل احادیث سے بھی وہ استدلال کرتے ہیں:

عن عبد الله بن أبي أوفى قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم، اذا أتاه قوم بصدقتهم، قال: ((اللهم صل على آل فلان، فأتاه أبي بصدقته فقال: اللهم صل على آل أبي أوفى)) ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب لوگ صدقہ لیکر آتے تو آپ ان کے لیے دعا کرتے، اے اللہ ان پر رحمت بھیج، میرے والد بھی آپ کی بارگاہ میں صدقہ لیکر حاضر ہوئے تو آپ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! ابو اوفی کی آل پر رحمت بھیج۔ (سنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب صلاۃ الامام علی صاحب الصدقۃ، ج۵، ص ۳۱: مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، حلب)

عن جابر بن عبد الله، أن امرأة، قالت للنبی صلی الله علیه وسلم صل علیّ وعلی زوجی، فقال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ((صلی الله علیك وعلی زوجك)) ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ! مجھ پر اور میرے شوہر پر صلاۃ بھیج دیں؛ تو آپ نے فرمایا: اللہ تجھ پر اور تیرے شوہر پر رحمت نازل فرمائے۔ (سنن ابی داؤد، باب الصلاۃ علی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۸۸، ط: المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

ان آیات واحادیث کا جواب یہ ہے کہ ان آیات واحادیث میں اگرچہ اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صلاۃ بھیجنے کا ذکر ہے مگر اللہ تعالیٰ، پھر اس کے حکم سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار ہے کہ جس پر چاہیں صلاۃ بھیجیں اور جس پر چاہیں نہ بھیجیں؛ اس لیے کہ اس کے بھیجنے کا اختیار اللہ جل جلالہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کو نہیں؛ کیونکہ غیر کے لئے اس کی اجازت ثابت نہیں؛ لہذا مذکورہ بالا دلائل سے غیر کے لئے اس کے استعمال کے جواز پر استدلال کرنا درست نہیں۔

علامہ شہاب الدین آلوسی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں اس طرح کی دلیلوں کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "واجابوا عما مر بأنه صدر من الله تعالی و رسوله علیه الصلاة والسلام، ولهما أن یخصا من شاءا بما شاءا ولیس ذلك لغیرهما إلا باذنهما ولم یثبت عنهما أذن فی ذلك"۔ ترجمہ: اللہ رب العزت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جو یہ مذکور ہے۔ اس کا جواب فقہا کرام نے اس طور پر دیا ہے کہ یہ ان کا حق ہے جس کے لئے جو چاہیں، خاص فرما دیں، ان کی اجازت کے بغیر ان کے علاوہ کسی کو کوئی حق نہیں اور ان کی جانب سے اس کی اجازت

بھی ثابت نہیں۔ (روح المعانی، ج ۱۱، احزاب ۳۳، آیت ۵۴ تا ۵۷، ص ۱۲۳، ط: دار الفکر، بیروت)

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "واجاب المانعون عن ذلك كله بأن ذلك صدر من الله ورسوله ولهما أن يخصا من شاءا بما شاءا و ليس ذلك لأحد غيرهما"۔ ترجمہ: اللہ ورسول کی طرف سے صادر ہونے والے صلاۃ کا جواب مانعین نے یوں دیا ہے کہ یہ ان کا حق ہے جس کے لئے چاہیں خاص فرمادیں، ان کے علاوہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں۔ (فتح الباري شرح صحيح البخاری، باب ھل یصلی علی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱۱، ص ۱۷۰، ط: دار المعرفة، بیروت)

ابن قیم الجوزیہ ان آیات و احادیث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "أما الدليل الأول و هو قوله تعالى: {وَصَلِّ عليهم} فهذا فى غير محل النزاع لأن كلامنا فى أنه هل يسوغ لأحدنا أن يصلى على غير النبى صلى الله عليه و سلم وآله أم لا؟ وأما صلاة النبى صلى الله عليه وسلم على من صلى عليه فتلك مسألة أخرى، فأين هذه من صلاتنا عليه التى أمرنا بها قضاء لحقه، هل يجوز أن يشرك معه غيره فيها أم لا؟ يؤكد الوجه الثانى: أن الصلاة عليه حق له صلى الله عليه وسلم يتعين على الأمة أداؤه والقيام به، وأما هو صلى الله عليه وسلم، فيخص من أراد ببعض ذلك الحق.... وبهذا حصل الجواب عن الدليل الثانى أيضا وهو قوله: "اللهم صل على آل أبي أوفى"۔ وعن الدليل الثالث ايضا وهو صلاته على تلك المرأة و زوجها"۔ ترجمہ: دلیل اول کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول: {وصل عليهم إن صلوٰتك سكن لهم} ان لوگوں کا اس جگہ پیش کرنا، یہ محل نزاع نہیں

ہے یعنی موضوع سے الگ ہے؛ اس لئے کہ ہماری گفتگو اس بارے میں ہے کہ ہم میں سے کوئی غیر نبی پر صلاۃ بھیج سکتا ہے یا نہیں، رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا، ان لوگو پر صلاۃ بھیجنا جن پر آپ نے بھیجی، یہ ایک الگ مسئلہ ہے، تو یہ ہماری وہ صلاۃ کہاں ہے جس کا ہمیں حکم ہے، آپ کے حق کو پورا کرنے کے لئے، لہذا کیا یہ جائز ہو سکتا ہے کہ آپ کے ساتھ کسی اور کو شریک کیا جائے یا نہیں؟ وجہ ثانی کی تاکید اس بات سے ہوتی ہے کہ آپ پر صلاۃ بھیجنا آپ کا حق ہے اور اس کو پورا کرنا امت پر متعین ہے، اور آپ جسے چاہیں اس حق کے بعض کے ساتھ خاص فرما دیں......اس گفتگو سے دلیل ثانی یعنی حدیث آل ابی اوفی کا بھی جواب ہو گیا، اور دلیل ثالث یعنی اس حدیث کا بھی جواب ہو گیا جس میں ایک عورت اور اس کے شوہر پر حضور کی جانب سے صلاۃ بھیجنے کا ذکر ہے۔ (جلاء الافهام في الصلاة والسلام على خير الانام، ص۳۸۸ط:مکتبۃ دار البیان، دمشق)

حدیث ابن ابی اوفی کا جواب دیتے ہوئے علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں:"احتج بالحديث من جوز الصلاة على غير الأنبياء عليهم الصلاة والسلام بالاستقلال وهو قول احمد أيضا. وقال ابوحنيفة واصحابه ومالك والشافعي و الا كثرون. انه لا يصلى على غير الانبياء عليهم الصلاة والسلام استقلالاً. فلا يقال: اللهم صل على آل ابي بكر ولا على آل عمر أو غيرهما ولكن يصلى عليهم تبعاً. والجواب عن هذا ان هذا حقه. عليه الصلاة والسلام له أن يعطيه بمن شاء، وليس لغيره ذلك"۔ ترجمہ: حدیث مذکور سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو غیر انبیا پر استقلالا صلاۃ کو جائز کہتے ہیں۔ یہی امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا بھی مذہب ہے۔ لیکن امام اعظم ابو حنیفہ اوران کے اصحاب، امام مالک اور امام شافعی بلکہ اکثر یہی کہتے ہیں کہ

غیر انبیا پر بالاستقلال صلاۃ نہ کہی جائے۔ اور اللھم صل علی ال ابی بکر، اللھم صل علی ال عمر وغیرہ بھی نہ کہا جائے، ہاں تبعا صلاۃ کہہ سکتے ہیں۔ اور اس حدیث مذکور کا جواب یہ ہے کہ صلاۃ حضور کا حق ہے جسے چاہیں عطا فرما دیں، آپ کے علاوہ کسی کو یہ اختیار نہیں۔ (عمدۃ القاري شرح صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب صلاۃ الامام ودعائہ لصاحب الصدقۃ، ج۹، ص۹۵، ط: دار إحیاء التراث العربي، بیروت، لبنان)

مذکورہ دلائل کے علاوہ اس دور میں کچھ لوگ اس سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے صحیح بخاری کے ابواب کی ترتیب میں یا جہاں اہل بیت کے اسماء مذکور ہوئے ہیں، وہاں ان کے ساتھ علیہ السلام یا علیہم السلام کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کے استعمال سے دلیل پکڑنا محل نظر ہے؛ کیونکہ بعض متقدمین کے یہاں اس کا استعمال جائز تھا مگر بعد میں اہل تشیع سے تشابہ کی وجہ سے عام طور سے ممنوع قرار پایا، اور اس میں کوئی دورائے نہیں کہ امام بخاری علیہ الرحمہ متقدمین سے ہیں؛ لہذا بعد کے ادوار میں ان کے استعمال سے استدلال، قابل قبول نہیں۔

شیخ محقق علامہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ شرح مشکات میں لکھتے ہیں: " متعارف در متقدمین تسلیم بود بر اہلبیت رسول از ذریت و ازواج مطہرہ و در کتب قدیمہ از مشائخ اہل سنت و جماعت کتابت آں یافتہ می شود و در متاخرین ترک آں متعارف شدہ"۔ ترجمہ: اور متقدمین میں اہل بیت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ذریت پاک و ازواج مطہرات پر سلام بھیجنا متعارف تھا اور مشائخ اہل سنت و جماعت کی قدیم کتابوں میں ان پر سلام کے الفاظ لکھے ہوئے ملتے ہیں مگر متاخرین اہل سنت و جماعت میں اس کا

ترک کر دینا متعارف ہو چکا ہے۔ (أشعة اللمعات شرح مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علي النبي صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱، ص۲۶۵، ط: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس)

اور رہی بات علامہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی تو یہ بات ذہن میں ہونی چاہئے کہ اس کے انفراداً استعمال کے بارے میں علما کا اختلاف ہے، بعض حضرات جواز کے قائل ہیں جبکہ ایک بڑی تعداد بلکہ جمہور کا موقف مکروہ تنزیہی کا ہے؛ لہذا ممکن ہے کہ علامہ نے بلا کراہت جواز والا مذہب اختیار کیا ہو، مگر چونکہ جمہور کا موقف اس کے بر خلاف ہے؛ اس لیے راجح جمہور کا مذہب ہی قرار پائے گا۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:" فإن اختلفوا يؤخذ بقول الأكثرين مما اعتمد عليه الكبار المعروفون، كأبي حفص وابي جعفر وابي الليث و الطحاوي وغيرهم، فيعتمد عليه"۔ ترجمہ: علما کے درمیان اگر اختلاف ہو جائے تو اکثریت کے اس قول کا اعتبار ہو گا جس پر بڑے بڑے اور معروف و مشہور علما نے اعتماد کیا ہو۔ مثلاً: امام ابو حفص، امام ابو جعفر، امام ابو اللیث اور امام طحاوی علیہم الرحمۃ وغیرہ۔ (شرح عقود رسم المفتی، ص۱۳۰، ط: المکتبۃ التھانویہ)

خلاصہ کلام

انبیا و ملائکہ علیہم الصلاۃ والسلام کے علاوہ کے لئے علیہ السلام یا اس جیسے دوسرے صیغے، استعمال کرنے کے بارے میں فقہاے کرام کا اختلاف ہے۔بعض حضرات جواز کا قول کرتے ہیں،بعض حضرات مکروہ تنزیہی کے قائل ہیں۔ کثیر تعداد میں علما کرام خلاف اولی کے قائل ہیں اور جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے بلکہ مجدد دین و ملت اعلی حضرت امام احمد رضاخان قادری برکاتی علیہ الرحمۃ و الرضوان کے نزدیک اس کے انفرادا استعمال کے ممنوع ہونے پر اجماع ہے؛اس لئے انبیا و ملائکہ علیہم الصلاۃ والسلام کے علاوہ کے لئے انفرادا علیہ السلام استعمال کرنے سے پرہیز ہی کرنا چاہئے تاکہ اجماع یا کم از کم جمہور کی مخالفت لازم نہ آئے۔جد الممتار میں حضور اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان اس پر علما کرام کا اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"قلت: واذ قد انعقد الاجماع علی منعہ فلا معنی لارتکابہ"۔
ترجمہ: اور جب اس کی ممانعت پر اجماع ہو گیا تو اس کے استعمال کا کوئی مطلب نہیں۔
(جد الممتار علي رد المحتار، مسائل شتی، ج۷،ص۲۴۱،ط: المکتبۃ المدینۃ الدعوۃ الإسلامیۃ دہلی)

تمت بالخیر